امام کے لباس

کوٹ پہن کر امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام اگر کوٹ پہن کر امامت کرے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

امامت اس کی بلا کراہت درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۸/۳)

پینٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھانا:

سوال: ایک امام صاحب پینٹ شرٹ وٹائی لگا کر نماز پڑھاتے ہیں، کیا یہ لباس پہن کر نماز پڑھا سکتے ہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں: کافر سے سود لینا جائز ہے اور بینک سے جو روپئے زیادہ ملتے ہیں، وہ جائز نہیں ہے؟

ھو المصوب

پینٹ وشرٹ ہمارے یہاں اہل تدین وصلحا کا لباس نہیں ہے، لہٰذا پینٹ وشرٹ پہن کر نماز پڑھانا مناسب نہیں ہے، (۲) خصوصاً جب کہ پینٹ تنگ اور شرٹ ساتر نہ ہو، تاہم نماز ادا ہو جائے گی، کافر سے بھی سودی کاروبار کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، (۳) اسی طرح بینک سے حاصل شدہ سودی رقم کا استعمال جائز نہیں ہے۔ (۴)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۵۸/۲)

---

(۱) یجب علی المصلی أن یقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس إلخ ویستر عورته، لقوله تعالیٰ: ﴿خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ إلخ. (الهداية، باب شروط الصلاة التی تتقدمها: ۸۷/۱، ظفیر)

(۲) (قوله: "ثم الأورع": أی الأكثر اجتنابا بالشبهات. (البحر الرائق: ۶۰۸/۱)

(۳) عن عبدالله بن عمرو قال: لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم علی الراشی والمرتشی. (مسند أبی داؤد الطیالسی، الأفراد عن عبدالله بن عمرو (ح: ۲۳۹۰)/مصنف عبدالرزاق الصنعانی، الهدية للأمراء والزی یشفع له (ح: ۱۴۶۶۹)/سنن الترمذی، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحكم (ح: ۱۳۳۷) انیس)

عن ثوبان قال: لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الراشی والمرتشی والرائش، یعنی الذی یمشی بینهما. (مصنف ابن أبی شیبة، فی الوالی والقاضی یهدی إلیه (ح: ۲۱۹۶۵) انیس)

(۴) وقد ذكرنا أن الإنتفاع بالفوائد المصرفية لا یجوز فی الشریعة بحال. (بحوث فی قضایا فقهية معاصرة: ۲۲۳/۱، دار القلم دمشق، انیس)

تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا ونماز پڑھانا:

سوال: ایک شخص مسجد میں امامت کرتے ہیں، ان کو کسی شخص نے کہا کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر تہبند پہن کر نہیں پڑھ سکتے تو شریعتِ محمدی کا کیا حکم ہے؟ لنگی باندھ کر خطبہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جس لباس میں باہر نکلنا بازار جانا شادی غمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو، معیوب سمجھتا ہو، اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا مکروہ ہے۔

"(وصلاته في ثياب بذلةٍ)يلبسها في بيته".

"وفي الشامي: قال في البحر: و فسرها في شرح الوقاية بمايلبسه في بيته ولايذهب به إلٰى الأكابر، والظاهر أن الكراهة تنزيهية" اه. (الدرالمختارو ردالمحتار: ۵۹۹/۱)(۱)فقط و اللّٰه تعالٰى أعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۷۴/۴-۳۷۵)

شرٹ پہن کر امامت کرنے کا حکم:

سوال: کوئی شخص امامت کرے اور وہ خود نماز کی پابندی نہ کرے، پائنٹ اور شرٹ پہن کر کے امامت کرے، جب کہ امام صاحب کو کئی بار؛ یعنی دو بار ٹوکا گیا کہ امام صاحب آپ امامت کرتے ہیں، شرٹ پہن کر ٹھیک نہیں ہوتا ہے، جب کہ کرتا پائے جامہ گھر پر موجود ہونے پر شرٹ پہن کر کے امامت کرتے ہیں، لہٰذا یہ امامت شرٹ پہن کر کے ٹھیک ہے یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمادیں۔

امام صاحب کی کل نمازیں جو امام صاحب پڑھتے ہیں، فجر چار رکعت نماز میں پرھتے ہیں، ظہر دس رکعتیں نماز میں پڑھتے ہیں، عصر چار رکعت مغرب پانچ رکعت عشا نو رکعتیں ہیں۔ اگر کبھی امام صاحب کی فجر کی نماز قضا ہوگئی تو امام صاحب صرف فرض کی قضا پڑھتے ہیں، سنت بالکل ہی نہیں، کبھی بھی نہیں پڑھتے، اگر ظہر کی نماز کسی وجہ سے چھوٹ گئی تو ایک آدھ گھنٹے کے بعد پڑھتے ہیں تو کل آٹھ ہی رکعت، ورنہ دس، جب جماعت سے پڑھتے ہیں، تب عصر اور مغرب کی نمازیں تو اتوار اور بدھ کو چھوٹ ہی جاتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہیں کہ بازار کرتے ہیں۔

ہیئت سے نہ مولوی ہیں، نہ حافظ؛ بلکہ تھوڑی سی تعلیم ہے امامت کرتے ہیں، ان کے نانا امامت کرتے تھے، جب بیمار پڑے تو ان کو بنادیا، لہٰذا کتنے آدمیوں کو کراہت ہوتی ہے؛ لیکن مجبوری کی وجہ سے بول نہیں پاتے، ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

---

(۱) ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها. (فروع)متٰى مستقبل القبلة، مطلب: في الكراهة التحريمية و التنزيهية، انيس

(نوٹ) کوئی شخص ایسا ہو کہ صرف عید اور بقرعید کی نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھتا ہو تو اس حال میں ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، یا نہیں؟ کیا حکم ہے، مطلع فرمائیں، مہربانی ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اس صورت میں امام صاحب کے پیچھے شرعاً نماز جائز ہے؛ یعنی نماز ہو جائے گی، ہاں امام صاحب کے لیے مناسب یہ ہے کہ لباس شرعی اختیار کریں؛ تا کہ منصب امامت کی توہین نہ ہو اور امام صاحب کے لیے خود نماز کا پابند ہونا تو بہر حال ضروری ہے، اگر امام صاحب کے پاس شرٹ کے علاوہ کوئی کرتا نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہیے کہ امام صاحب کو اپنی طرف سے شرعی کرتا بنوا کر ہدیہ کردیں؛ تا کہ امامت کے وقت لازماً پہن لیا کریں، یہ سب باتیں تو ان کی ایمان داری پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کا اتنا تو اہتمام کرتے ہیں، بہت سے لوگ تو یہ بھی نہیں کرتے، فجر کی نماز میں دو رکعت سنتِ مؤکدہ اور دو رکعت فرض، ظہر کی نماز میں چار رکعت فرض اور فرض سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ اور فرض کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ اور باقی نوافل ہیں، ضروری نہیں، اسی طرح عصر کی نماز چار رکعت ہے، اس سے پہلے سنت غیر مؤکدہ ہے، واجب نہیں، مغرب کی تین رکعت فرض اور دو رکعت سنتِ مؤکدہ، باقی نفل ہے، عشا کی نماز چار رکعت فرض دو رکعت سنت مؤکدہ اور تین رکعت وتر باقی نوافل ہیں، سنتِ غیر مؤکدہ اور نوافل اختیاری ہیں، جی چاہے پڑھے، چاہے نہ پڑھے، البتہ بہتر یہ ہے کہ پڑھ لیا جائے؛ لیکن اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر طعن و تشنیع جائز نہیں۔(۱)

فجر کی نماز اگر قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے اس کو ادا کیا تو سنت کے ساتھ اس کی قضا کرنی چاہیے اور اگر زوال کے بعد ادا کیا تو فجر کی سنت کا پڑھنا ضروری نہیں اور اگر ظہر کی نماز چھوٹ جائے اور قضا ہونے سے پہلے اس کو ادا کیا جائے تو چار رکعت سنت چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت؛ یعنی دس رکعت پڑھنا ضروری ہے، ظہر سے پہلے اور بعد کی سنتیں مؤکدہ ہیں، (۲) لہٰذا اس کے چھوڑنے پر گناہ ہوگا، البتہ اگر ظہر کی نماز کا وقت نکل گیا اور نماز قضا ہوگئی، تب صرف چار رکعت کی قضا ہے۔ سنت کی قضا نہیں، کسی بھی نماز کی قضا ہو جانے کے بعد اس کو ادا نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے؛ اس لیے

(۱) (وهی)أی السنن الرواتب (ركعتان قبل الفجر وأربع قبل الظهر وركعتان بعدها وركعتان بعدالغرب وركعتان بعدالعشاء) فهذه اثنتا عشرة ركعة... (وأربع قبل العصر) وهذا غير مؤكدة ...(أو ركعتان)...(وأربع قبل العشاء)وهذه أيضا غير مؤكدة،الخ.(منحة السلوک شرح تحفة الملوک،فصل فی السنن الرواتب وغيرها: ۱/۱۴۴،قطر.انیس)

(۲) (قوله:والسنة لا تقضى إلا سنة الفجر إذا فاتت مع الفجر)لأن الأصل فی السنن أن لاتقضى،لأن القضاء تسليم مثل الواجب فيختص به إلا أن النص ورد فی قضاء سنة الفجر تبعا للفرض فبقى ماوراء ہ على الأصل،وأما إذا فاتت بغير الفجر هل تقضى؟فعندهما لا تقضى،وعند محمد تقضى بعد طلوع الشمس إلى الزوال...(قوله:وسنة الظهر أيضا يقضيها فی وقته)يعنی إذا فاتت الأربع قبل الظهر بسبب شروعه مع الإمام يقضيها فی وقته عندالجمهور وقيل لايقضيها والأول أصح.(منحة السلوک شرح تحفة الملوک،فصل فی السنن الرواتب وغيرها: ۱/۱۴۵-۱۴۶،قطر.انیس)

وقت نکال کر فوت شدہ نمازیں پڑھ لینی چاہیے۔

امامت کے لیے حافظ اور پورا مولوی ہونا شرط اور ضروری نہیں ہے، البتہ نماز کے مسائل کا جاننا ضروری ہے، اگر امام صاحب نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہوں تو ٹھیک ہے، لوگوں کو کراہت کیوں ہوتی ہے؟ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ ان کو ہٹانا ہی چاہتے ہیں؟ یا یہ چاہتے ہیں کہ امام صاحب اور دیندار ہو جائیں اگر لوگ امام صاحب کی اور دینداری چاہتے ہیں تو امام صاحب سے ادب کے ساتھ درخواست کرنا چاہیے کہ بعض چیزیں آپ کی لوگوں کو ناگوار ہوتی ہیں، ان کو آپ تبدیل کر دیں، بے وجہ فتنہ وفساد اچھی بات نہیں ہے، ہاں اگر امام صاحب از خود امامت سے سبکدوش ہو جائیں تو ان کا یہ عمل محمود ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی امامت سے لوگ کسی امر دینی کی وجہ سے ناراض ہوں، (۱) تو امام کو امامت چھوڑ دینی چاہیے اور اگر لوگوں کی وجہ ناراضگی، بغض وعناد اور عداوت ودشمنی ہو تو مقتدیوں کو ان صفات رزیلہ سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

ضرور نماز جنازہ پڑھنی چاہیے؛ کیوں کہ کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہے اور نماز جنازہ اس کا حق ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "**صلوا علیٰ کل بر و فاجر**" (۲) (ہر نیک وبد پر نماز جنازہ پڑھو)، لہٰذا وہ نماز جنازہ کا مستحق ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اُتم واحکم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴/۳۷۳-۷۶)

پتلون والے کی امامت:

سوال: ایک شخص پتلون میں نماز پڑھاتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے، نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــــــ باسم ملہم الصواب

نماز ہو جائے گی؛ (۳) مگر ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶/ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۱۸)

---

(۱) عن عبداللّٰہ بن عمرو أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقول: ثلاثۃ لا یقبل اللّٰہ منہم صلاۃ من تقدم قوماً وہم لہ کارہون، الخ. (سنن أبی داؤد، باب الرجل یؤم القوم وہم لہ کارہون (ح: ۵۹۳)/ المعجم الکبیر للطبرانی، عمران بن عبدالمغافری عن عبداللّٰہ بن عمرو (ح: ۱۷۶)/ مسند ابن أبی شیبۃ، حدیث سلمان الفارسی (ح: ۴۵۳)/ سنن ابن ماجۃ، باب من أم قوماً وہم لہ کارہون (ح: ۹۷۰) انیس)

(۲) رواہ الدارقطنی فی سننہ، باب صفۃ من تجوز الصلاۃ معہ والصلاۃ علیہ (ح: ۱۷۶۸) انیس

(۳) عن أبی ہریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الصلاۃ المکتوبۃ واجبۃ خلف کل مسلم براً کان أو فاجراً وإن عمل الکبائر. (سنن أبی داؤد، باب إمامۃ البر والفاجر (ح: ۵۹۴) انیس)

شلوار قمیص پہن کر امامت:

سوال: امام کو شلوار جو کہ ۲۴/۱ - گز، یا اس سے زائد کپڑے کی ہوتی ہے اور قمیص جیسا کہ آج کل عموماً رواج ہے، پہننا منع ہے، یا نہیں؟ (محمد ادریس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

نماز میں اکثر اوقات ٹخنے یا پیر ڈھک جاتے ہیں، مرد کو اتنی لمبی شلوار پہننا کہ جس سے ٹخنے یا پیر ڈھک جائیں ناجائز ہے اور نماز اس سے مکروہ ہو جاتی ہے، نماز میں پیر یا ٹخنے نہ ڈھکے، قمیص پہننا جائز ہے؛ لیکن کرتہ افضل ہے، ہر جگہ جو صلحا کا لباس ہے، وہ اختیار کرنا چاہیے، خصوصاً نماز و امامت کے وقت۔

"ولو ستر قدميه فی السجدة يكره". (الهندية، ص: ١١٤)(١) **فقط والله سبحانه تعالیٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳/۶)

کرتہ کا بٹن کھول کر نماز پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے کرتہ کا اوپر کا بٹن ہمیشہ کھلا رکھتا ہے اور اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے، جب لوگ اس سے کہتے ہیں کہ تم بٹن کیوں نہیں لگاتے؟ اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟ تو جواب دیتا ہے کہ اوپر کا بٹن کھلا رکھنا مسنون ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کی اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا اور نہ ہی یہ عمل نماز میں کراہت پیدا ہونے کا باعث ہے، نماز میں سدل کو مکروہ کہا گیا ہے اور کرتہ کا گریبان بٹن نہ دے کر کھلا رکھنا سدل میں داخل نہیں، سدل میں چادر لمبا اچکن کی صورتیں آتی ہیں؛ لیکن کرتا کی یہ صورت سدل میں داخل نہیں ہے، لہٰذا اس کے مکروہ ہونے کی کوئی صورت نہیں، یہ مزید برآں ہے کہ اوپر کے بٹن سے کرتہ کا گلا کھلا رکھنا مسنون بھی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اوپر کے بٹن سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کے گریبان کی اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر بند نہیں فرمایا۔ کیا یہ بات صحیح ہے، یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کی سند سے حوالہ کتاب وصفحہ بیان فرمایئے اور آیا گریبان کرتہ کا اسی طریقہ پر کھلا رکھنا مسنون ہے، یا نہیں؟ آیا نماز میں کرتہ کے اوپر بٹن کھلا رکھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، یا نہیں؟ آیا کرتہ کا گریبان کھلا رکھنا سدل میں داخل ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سید حسن از امولہ، ضلع بریلی معرفت ابوالخیر، متعلم مدرسہ مظاہر العلوم، حجرہ نمبر: ۵/ سہارنپور)

---

(١) الفتاوی الهندية، الكتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثانی فيما يكره فی الصلاة ومالا يكره: ١٠٨/١، رشيدية

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

گریبان کی گھنڈی کا تکمہ لگانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

"قال:أتيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى رهط من مزينة،فبايعناه وإن قميصه لمطلق الإزار:أى مفتوحها يعنى كان جيب قميصه غير مشدود وكانت عادة العرب أن تكون جيوبهم واسعة،فربما يشدونها،وربما يتركونها مفتوحة". (۱)

لیکن یہی آپ کی دائمی عادت نہیں،پس زید کا یہ کہنا کہ جناب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کا اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا محتاج دلیل ہے،البتہ اس حالت کو دیکھ کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے بیٹے نے گھنڈی کھلی رکھنے کی عادت کرلی تھی۔

"قال عروة فما رأيت معاوية رضى اللّٰه تعالٰى عنه ولا إبنه قط إلامطلقى إزارهما قط فى شتاء ولا حر،ولا يزران ازرارهما". (۲)

نماز میں ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے،گو سدل میں داخل نہیں۔سدل میں وہی چیزیں داخل ہیں،جن کو زید نے بیان کیا ہے،فقہاء کرام نے کرتہ کی گھنڈی کا تکمہ نہ لگانے کو سدل میں ذکر نہیں کیا۔

"(قوله:فما رأيت معاوية ـــ رضى اللّٰه تعالٰى عنه ـــ إلٰى آخره)ولهٰذا وإن كان اختيارما هو خلاف الأولٰى خصوصاً فى الصلاة،لكنهما أحبا أن يكون علٰى مارأيا النبى صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم وإن كان إطلاق ازراره إذ ذاك لعارض،ولم يكن هٰذا من عامة أحواله صلى اللّٰه عليه وسلم،وذلك لما فيه من قلة المبالاة بأمر الصلاة إلاأن الكراهة لعلها لا تبقٰى فى حق معاوية۔رضى اللّٰه عنه۔و ابنه،لكون الباعث لهما حب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم واتباعه فيما رأياه من الكيفية". (بذل المجهود فى حل أبى داؤد:۵۲/۵)(۳)

قبا کی جو صورت سدل ہے،وہ یہ ہے کہ!

"عن الفقيه أبى جعفر الهندوانى أنه كان يقول:إذا صلٰى مع القباء وهوغير مشدود الوسط فهو مسئ،يعنى ولو أدخل يديه فى كميه،وينبغى أن يقيد بماإذالم يذرإزراره،لايشبه السدل حينئذٍ،أما إذا زرالإزار،فقد التحق بغيره من الثياب فى اللبس،فلا سدل فيه،فلا يكره وأماالأقبية الرومية التى يجعل لأكمامهما خروق عند أعلٰى العضد إذاأخرج المصلى يديه من الخرق وأرسل الكم،فإنه يكره أيضاً لصدق السدل عليه". (الكبيرى،ص:۳۳۶)(۴)

(۱-۳) بذل المجهود فى حل أبى داؤد،كتاب اللباس،باب فى حل الازار: ۵۲/۵-۵۳،المعهد الخليل الإسلامى بهادر آباد،كراچى

(۴) الحلبى الكبير،كراهية الصلاة،ص:۳۴۸،سهيل اكيڈمى،لاهور

”وقد أخرج البيهقي في شعبه هٰذا الحديث ... من طريق آخر: فرأيته مطلق القميص. وهٰذا يؤيد أن يكون رواية الأزرار برَائَيْنِ، لا يلزم أن يكون له زراً وعروة، بل المراد أن جيب قميصه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم كان مفتوحاً، بحيث يمكن أن يدخل فيه اليد من غير كلفة، ويؤيد هٰذا، ما ذكره ابن الجوزي في الوفاء عن ابن عمر - رضي اللّٰه عنهما - أنه قال: ما اتخذ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قميصاً له زراً، انتهىٰ. قال ابن حجر - رحمه اللّٰه تعالىٰ - تبعاً للعصام فيه حل لبس القميص وحل الزرفيه وحل اطلاقه“. (جمع الوسائل شرح شمائل ترمذي، قلمي، ص: ۸۰)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتہ مبارک میں گھنڈی تھی ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ آپ نماز بھی اسی کرتے سے پڑھتے تھے۔ پس گریبان کھلا رکھنا بھی مسنون ہونا ثابت ہوگیا اور ایسی حالت میں نماز خلاف اولیٰ بھی نہیں اور بذل المجہود میں اس روایت سے استدلال نہیں کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/جمادی الثانیہ/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۵۳-۵۶)

چھ گرہ چوڑا پائجامہ پہننے والے کی امامت:

سوال: اگر پائجامہ ۶/گرہ چوڑا اور ٹخنوں سے اونچا ہو، امام اس کو پہن کر نماز پڑھاوے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________________

نماز صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۳۰)

دھوتی پہن کر امام بننا کیسا ہے:

سوال: دھوتی اور دو پلی ٹوپی اور اونچا کرتہ پہن کر امامت کرنا مسجد میں درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________________

اگر ستر عورت پورا ہے تو نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ عمامہ و لباس شرعی کے ساتھ نماز پڑھاوے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۱۶۶)

---

(۱) جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ماجاء في لباس رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ۱/۱۳۶، إدارة تاليفات أشرفية، ملتان

(۲) اس لیے کہ چوڑے پائچوں کے پائجامے پہننا درست ہے۔ ظفیر

(۳) والرابع ستر عورته، إلخ، وهي للرجل ماتحت سرته إلىٰ ماتحت ركبته. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۳۷۴) والمستحب أن يصلي الرجل في ثلٰثة أثواب إزار وقميص وعمامة ولو صلّىٰ في ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصّار في المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسر وجود الزائد ولكن فيه ترك الاستحباب. (غنية المستملي: ۳۳۷، ظفير) (كراهية الصلاة، فصل في بيان الذي يكره في الصلاة، انيس)

صرف تہبند اور رومال کے ساتھ نماز درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام کو ایک تہبند اور ایک رومال اوڑھ کر امامت کرانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۶/۳)

چھوٹے تلے والی کلاہ پہننے والے امام کا حکم:

سوال: ایک امام مسجد سر پر چھوٹے تلے والا کلاہ رکھتا ہے اور اس کا تلا چار انگل سے زیادہ ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے، یا نہیں؟ یہاں کے علما اس کو خالص تلے کا حکم دیتے ہیں اور اس امام کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

چھوٹے تلے کا حکم خالص تلے کا نہیں اور اس کا پہننا چار انگل سے زائد جائز ہے، لہٰذا امام مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ، خیر المدارس، ملتان، ۲۱/۴/۱۳۷۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۴۸/۲)

سرخ کپڑے پہننے والے امام کی اقتداء کا حکم:

سوال: ایک امام مسجد سرخ کپڑوں کا استعمال کرتا ہے اور انہی کپڑوں میں نماز بھی پڑھاتا ہے تو کیا ان کپڑوں میں اس امام کی اقتدا صحیح ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

سرخ کپڑوں کے پہننے میں علما کا اختلاف ہے، بعض اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض اس کے عدم جواز کے قائل ہیں اور احناف میں بھی یہی اختلاف پایا جاتا ہے؛ لیکن راجح قول یہی ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، لہٰذا اس بنیاد پر نماز مکروہ تنزیہی ہوگی؛ اس لیے ایسے شخص کی اقتدا جائز ہے، ہاں اگر سرخ کپڑے پہننے میں کسی لادین جماعت سے اپنے وابستگی کا اظہار مقصود ہو تو اللہ کے دربار میں ایسی امتیازی حیثیت رکھنے والے شخص کی اقتدا سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۱) ”والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلثة أثواب إزار وقمیص وعمامة ولو صلّٰی فی ثوب واحد متوشحاً به جمیع بدنه کما یفعله القصّار فی المقصرة جاز من غیر کراهة مع تیسیر وجود الزائد ولکن فیه ترک الاستحباب“. (غنیة المتملی، فصل الذی یکره فی الصلاة، ص: ۳۳۷، ظفیر غفرله ذنوبه)

عن براء قال:مارأیت من ذی لمة فی حلة حمراء أحسن من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم له شعر، یضرب منکبیه بعید مابین المنکبین لم یکن بالقصیرو لابالطویل.(سنن الترمذی: ۳۰۲/۱)(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۱۵۰/۳)

امامت کے لیےعمامہ باندھنا:

سوال: آیا عمامہ باندھنا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ہمیشہ یا گاہ بگاہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز عمامہ سے پڑھاتے تھے، یا کبھی بلاعمامہ بھی نماز پڑھایا ہے، اگر کوئی پیش امام کبھی بلاعمامہ نماز پڑھاوے تو وہ تارک سنت کہا جائے گا، یا اس کا ثواب کم ہوجائے گا بحوالۂ کتب احادیث صحیحہ ارشاد فرمایئے گا اور شرح سفرالسعادت بمقابلہ کتب احادیث صحیحہ کیا مرتبہ رکھتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عمامہ باندھنا نماز اور غیر حالت نماز دونوں میں سنت ہے، امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی؛ لیکن بدون عمامہ کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے، اس سے نماز میں کچھ کراہت نہیں ہوتی؛ بلکہ جہاں عمامہ کو نماز کے لیے لوگ ضروری سمجھتے ہوں وہاں امام کو اصلاح عقیدۂ عوام کے لیے گاہے گاہے عمامہ کا ترک کردینا افضل ہوگا۔

قال العلامة المحدث عبدالرؤف المناوی فی شرح الشمائل للترمذی مانصه:والعمامة سنة لا سيما للصلاة وبقصد التجمل لأخبار كثيرة منها واشتداد ضعف كثيرفيهايجبره كثرة طرقها وزعم وضع أكثرها تساهل وتحصل السنة بكونها على الرأس أوالقلنسوة تحتها-إلٰى أن قال- ولابأس بلبس القلنسوة اللا ئطة بالرأس والمرتفعة المضربة وغيرها تحت العمامة وبلا عمامة ؛ لأن ذلك كله جاء عن المصطفى صلى اللّٰه عليه وسلم وبذلك أيد بعضهم ما اعتيد في بعض الأقطارمن ترك العمامة من أصلهاوتمييزعلمائهم بطيلسان علٰى قلنسوة بيضاء ولكن الأفضل العمامة،آه.(۲)

وقال العلامة القاری فی شرح الشمائل أيضا: ولأبی داؤد والمصنف فرق مابيننا وبين

(۱) سنن الترمذی، أبواب اللباس،باب ماجاء فی الرخصة فی الثوب الأحمر،رقم الحديث: ۱۷۲٤.
قال شمس الأئمة السرخسی: وفيه دليل أنه لا بأس بلبس الثوب الأحمر.(شرح السيرالكبير،باب السلاح والفروسية: ۱۱٥/۱،انيس)

قال العلامة الحصكفی رحمه اللّٰه:(ولابأس بسائر الألوان)وفی المجتبٰی والقهستانی وشرح النقاية لأبی المكارم لابأس بلبس الثوب الأحمرومفاده أن الكراهية تنزيهة،لكن صرح فی التحفة بالحرمة فأفادأنها تحريمية وهی المحمل عند الاطلاق.(الدرالمختارمع ردالمحتار،كتاب الحظروالإباحة،فصل فی اللبس: ۳٥۸/٦،انيس)

(۲) باب ماجاء فی صفة عمامة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم،انيس

المشركين العمائم على القلانس. قال المصنف: غريب وليس إسناده بالقائم، آه. (۱/۱٦٥-۱٦٦)

وفي زاد المعادلابن القيم: وكانت له (صلى الله عليه وسلم) عمامة تسمى: السهاب، كساها عليًا، وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة، وكان يلبس القلنسوة بغيرعمامة، ويلبس العمامة بغيرقلنسوة، وكان إذااعتم أرخٰى عمامته بين كتفيه، آه. (۱/۳٤)(۱)

قلت: وهٰذا عام للصلٰوة ولغيرها. والله أعلم

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۱۲۲-۱۲۳)

عمامہ کے رہتے ہوئے بغیر عمامہ امامت کرنا کیسا ہے:

سوال: مشہور ہے کہ فقہا لکھتے ہیں کہ عمامہ موجود ہوتے ہوئے بدون عمامہ کے نماز مکروہ ہے، صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح نہیں، البتہ اگر کوئی شخص بدون عمامہ کے گھر سے نہ نکلتا ہو تو ایسے شخص کے لیے خود نماز ہی بلا عمامہ مکروہ ہے، خواہ امام ہو، یا نہ ہو۔ **في الدر المختار مع رد المحتار مكروهات الصلاة:** ۱/٦٤٠:

"وصلاته في ثياب بذلة يلبسها في بيته".

۱۲/ شعبان ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ: ٦٤) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۱)

عمامہ کے رہتے ہوئے عمامہ نہ باندھنا:

سوال: اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ نماز میں عمامہ کو ضروری خیال کر لیا گیا ہے اور ایسا ضروری نہیں ہے اور وہ اسی وجہ سے عمامہ موجود ہوتے ہوئے نہیں باندھتا ہو تو اس کا یہ فعل بُرا ہے، یا نہیں؟

الجواب

گاہ گاہ ہو تو برا نہیں۔

نظيره في ردالمحتار في تعيين السور:

فإن لزوم إيهام ينتفي بالترك أحياناً. (ردالمحتار: ۱/٥٦٨)(۲)

۱۲/ شعبان ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ: ٦٥) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۱-۳۹۲)

---

(۱) فصل في ملابسه صلى الله عليه وسلم، انيس

(۲) (باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، انيس)

بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنے امامت کرنا:

سوال: ایک خط مشتمل بر سوال و جواب ذیل آیا:

چہ فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ نماز بکلاہ بدون عمامہ مکروہ است یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

مکروہ است در فتاویٰ غرائب می آرد۔

"ورجل صلیٰ مع قلنسوة وليس فوقها عمامة أوشئی آخر يكره".

وعمامہ برسر بستن مسنون است خصوصا در نماز، ملا علی قاری در مقالہ عذبہ روایت می کند:

"انه صلى الله عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم وبغير العمائم".

ودر فردوس دیلمی از جابر مرویست:

"ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلاعمامة". (۱)

وابن عمر آوردہ:

"صلاة تطوع أوفريضة بعمامة تعدله خمسًا وعشرين درجةً بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلاعمامة".

ونیز در مقالہ مذکورہ می گوید:

أما ماأحدثه فقهاء زماننا من أنهم يأتون المسجد بعمامة كبيرة ثم يضعونها ويلفونهابلفافة صغيرة ويصلون بغير عمامة فمكروهة غاية الكراهة،انتهٰى والله الموافق (فتاویٰ سعدیہ، ص:۱۵)

بلا عمامہ امامت کا حکم:

تتمہ سوال: جناب عالی گزارش آنکہ مذکورہ جواب سوال مذکورہ کے لیے فتاویٰ سعدیہ میں مسطورۂ بالا کے موافق ہے؛ لیکن فتاویٰ رشیدیہ میں مذکور مسئلہ کی نسبت مولانا گنگوہی جائز فرماتے ہیں، اس میں کیا بات ہے؟ دیگر عرض یہ ہے کہ جن کپڑوں سے باہر جانا معیوب سمجھتا ہے، اگر اسی سے وہ شخص نماز پڑھاوے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع صغیر (حرف راء) میں ذکر فرما کر ضعیف کا نشان بنایا ہے، علامہ مناوی نے فیض القدیر: ۴؍۳۷ میں لکھا ہے کہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هذاالحديث لايثبت ، یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع صغیر (حرف صاد) میں ذکر فرمائی ہے اور صحیح کا نشان بنایا ہے؛ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کو موضوع کہا ہے، سخاوی رحمہما اللہ کی بھی یہی رائے ہے، ملا علی قاریؒ نے بھی موضوعات کبری اور صغری دونوں میں اس کو موضوع کہا ہے اور الموضوعات الکبری میں تو سیوطیؒ پر جامع صغیر میں ذکر کرنے پر اعتراض بھی کیا ہے۔ (سعید احمد پالنپوری)

الجواب

یہاں سے اس کا یہ جواب لکھا گیا، دونوں میں تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ کراہت اس کے لیے ہے، جو بلا عمامہ مجامع میں نہ جاتا ہو اور عدم کراہت اس کے لیے جو مجامع میں بلا عمامہ جاسکتا ہو، اسی سے اخیر سوال کا جواب معلوم ہوگیا کہ مکروہ ہے۔

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ۔ (تتمہ خامسہ ۸۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۲-۳۹۳)

بغیر عمامہ کے امامت کا حکم اور کتاب نفع المفتی وفتاویٰ اشرفیہ کی عبارات کا تذکرہ:

سوال: اگر امام کے سر پر عمامہ نہ ہو اور مقتدی کے سر پر عمامہ ہو تو نماز میں کراہت ہے، یا نہیں؟

الجواب

کراہت نہیں۔

(تتمہ اول صفحہ: ۱۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۱)

بلا ٹوپی کے صرف عمامہ سے نماز؟

سوال: عمامہ کے نیچے ٹوپی نہ ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

عمامہ بلا ٹوپی سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، البتہ ٹوپی کا ہونا مستحب ہے۔(۱) فقط

(مجموعہ رام پور، ص: ۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۵)

بلا عمامہ امامت کرنا:

سوال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، رسالہ الامامۃ بعمامہ کی تحریر سے ٹوپی رکھ کر نماز پڑھانا یا پڑھنا مکروہِ تحریمی معلوم ہوتا ہے اور کتاب نفع المفتی، صفحہ: ۸۸ سے مکروہ معلوم نہیں ہوتا، ایسا ہی فتاویٰ اشرفیہ تتمہ جلد اول صفحہ: ۱۷ جو جناب کا تصنیف کردہ ہے میں بھی مکروہ نہیں بتایا، مذکورہ ہر دو اول رسائل پیش خدمت کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرما کر جواب باصواب سے مشرف فرماویں؛ تاکہ تسلی ہوجاوے اور جناب اجر پاویں؟

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

عن ابن عمر قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس قلنسوة بيضاء. (المعجم الكبير، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب (ح: ١٣٩٢٠)/شعب الإيمان، فصل في العمائم (ح: ٥٨٤٨)

مولاى يزيد بن بلال قال: رأيت عليا يتوضأ فخلل لحيته، قال: ورأيت عليه قلنسوة بيضاء مضربة. (الكنى والأسماء للدولابي: ٧٦٩/٢، رقم الحديث: ١٣٢٨، دار حزم بيروت. انيس)

الجواب

میں نے پورا رسالہ پڑھا، کسی دلیل سے کراہت ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ بعض استدلالات کا جواب مولانا عبدالحی صاحب کے کلام میں مصرح ہے اور بعض کا جواب ظاہر ہے، میں ہر استدلال کا جواب کہاں تک لکھوں، ایک رسالہ بن جاوے گا، آپ کو جو دلیل موجب مدعا معلوم ہوتی ہے، اس کو پوچھ لیجئے، جس کا جواب مولوی عبدالحی صاحب کی تحریر میں نہ ہو، ان سطور کے لکھنے کے بعد درمختار میں یہ روایات مکروہات صلوٰۃ میں نظر پڑی۔

(وصلاته حاسرًا)أی كاشفا(رأسه للتكاسل)ولأباس به للتذلل،وأماللإهانة بها فكفر،و لوسقطت قلنسوته فإعادتها أفضل،إلخ. (الدرالمختار) **و فی ردالمحتار عن الدرر عن التاترخانية: والظاهر أن أفضلية إعادتها حيث لم يقصد بتركها التذلل علىٰ مامر.** (۱)

اس سے کئی امر مستفاد ہوئے!

ایک یہ کہ بالکل برہنہ سر نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں، جب براہ تکاسل نہ ہو تو ٹوپی پر اکتفا کرنے کو جب کہ براہ تکاسل نہ ہو محض بر سبیل عادت ہو، کیسے مکروہ ہوگا؟ البتہ اگر کوئی شخص صرف ٹوپی سے اسواق (بازار) ومجمع احباب میں نہ جاتا ہو تو اس کے لیے صرف ٹوپی پر اکتفاء کرنا نماز میں مکروہ ہوگا، جس میں انفراد اور اقتداء اور امامت سب برابر ہیں، امام کی تخصیص نہیں؛ کیوں کہ ایسے شخص کے لیے ٹوپی ثیاب بذلہ ومہنہ سے ہے، جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ لیکن اگر عمامہ کی وسعت نہ ہو تو پھر ایسے شخص کے لیے مکروہ نہیں۔

دوسرا امر اس سے یہ مستفاد ہوا کہ ٹوپی کے گر جانے پر اعادہ افضل ہے؛ لیکن اگر قصد تذلل ہو تو اعادہ نہ کرنا افضل ہے، یہ جزئیہ اس شخص کے حق میں ہو سکتا ہے، جو صرف قلنسوۃ؛ یعنی کلاہ سے نماز پڑھ رہا تھا، پھر اس جزئیہ کو ذکر کرکے اس کے ساتھ یہ کہنا "**إلا أنه يكره بقاعدة والسكوت عن البيان فی موضع الضرورة بيان**" دلیل واضح ہے عدم کراہت کی۔

۱۱/رجب ۱۳۴۰ھ (تتمہ خامسہ :۲۲۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۹۳-۳۹۴)

حکم نماز امام بلا عمامہ:

سوال: امام اگر بلا عمامہ کے نماز پڑھاوے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، ان کی نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟ یہ مسئلہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر پیش امام بلا عمامہ کے نماز پڑھاوے تو جو مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، ان کی نماز نہ ہوگی؟

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیها، مطلب فی الخشوع: ٦٤١/١ (٦٧٠/١، دار الفکر بیروت، انیس)

الجواب

اگر امام بلاعمامہ کے نماز پڑھاوے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں تو سب کی نماز درست ہے، کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ امام مالک کے نزدیک امام مسجد کو بغیر چادر اوڑھے امامت کرنا مکروہ ہے؛ لیکن اس کے ترک سے کسی کی نماز فاسد ان کے نزدیک بھی نہیں ہوتی۔

قال مالك: وأكره للامام أن يصلّي بغير رداء إلاأن يكون إمام قوم في سفر أورجلاً أم قومًا في موضع اجتمعوا فيه أوفي داره فأما... مسجد جماعة أومساجد القبائل... فأكره له ذلك واحب إلٰى أن لوجعل عمامة علٰى عاتقه إذاكان مسافرًاأوصلّٰى في داره،آه. (المدونةالكبریٰ: ۸۵/۱)(۱)

قلت: والخروج من الخلاف مستحب عندنا أيضا والله أعلم

۳ رمحرم ۴۵ھ۔(امدادالاحکام: ۱۳۶/۲)

ٹوپی سے امامت اور اس میں بحث:

سوال: ایک کتاب "**الإمامة بالعمامة والصلاة بالمروحة**" میں ایک بزرگ نے بہت زور سے ثابت کیا ہے کہ ٹوپی سے نماز نہیں ہوتی اور صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں سے کسی نے ٹوپی سے نماز نہیں پڑھی اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں تحریر ہے کہ اگر جماعت بھی ٹوپی سے کرائی جائے تو مکروہ نہیں۔ آیا واقعی نماز ٹوپی سے پڑھنا خلاف سنت ہے؟

الجواب

امامت ساتھ عمامہ کے افضل واحسن ومستحب ہے؛ لیکن صرف ٹوپی سے بلاعمامہ کے مکروہ نہیں ہے۔(**كمافي شرح المنية الكبير**)(۲)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۹/۳-۱۷۰)

عمامہ کی مقدار:

سوال: نماز کے وقت اکثر پیش امام ٹوپی پر کوئی کپڑا یا رومال لپیٹ لیا کرتے ہیں اور ایسا نہ کرنے والے کے

(۱) **المدونة الكبرىٰ،الصلاة بالإمامة بالرجل الواحد: ۱۷۸/۱،دار الكتب العلمية بيروت.انيس**

(۲) **"والمستحب أن يصلي الرجل في ثلثة أثواب: إزاروقميص وعمامة، ولوصلى في ثوب واحدٍ متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصار في المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسير وجود الطاهر الزائد"، إلخ. (غنية المتملى: ۳۳۷ ،ظفير) (كراهية الصلاة،فصل بيان الذى يكره فى الصلاة،انيس)**

اس عبارت سے واضح ہے کہ بلاعمامہ وغیرہ کے صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا اور امامت کرانا مکروہ نہیں ہے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ ہو۔ظفیر

ساتھ طعن وتشنیع سے پیش آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز میں پیش امام کو عمامہ باندھنا چاہیے، یہ فعل ان کا کیسا ہے؟ اگر کپڑا ٹوپی پر لپیٹے تو کتنا لمبا ہونا چاہیے، کیا اس کے لیے کوئی قید ہے؟ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مقتدی نصف سے زائد جماعت میں ہوں، جو عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور پیش امام ٹوپی پہنا ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔

(ملا امیر علی، معلم امام باڑہ، گاؤں قصابان کھنڈہ، محلّہ املی پورہ)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

نماز بغیر عمامہ کے بلا کراہت درست ہے،(۱) تو پھر طعن وتشنیع کرنا بُرا ہے بلکہ اگر فعلِ مستحب کے ساتھ وجوب کا معاملہ کیا جائے تو اس کا ترک کرنا ضروری ہے، لہٰذا ایسی صورت میں بغیر عمامہ کے کبھی کبھی نماز پڑھانا ضروری ہے،(۲) اور اگر تمام مقتدی بھی عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور امام ٹوپی پہنے ہوئے ہو تب بھی نماز میں کراہت نہیں آتی۔

”وقد اشتهر بين العوام أن الإمام إن كان غير متعمم والمقتدون متعممين، فصلا تهم مكروهة، وهٰذا أيضاً زخرف القول لادليل عليه“. (نفع المفتی والسائل: ۳۷-۳۸)(۳)

اور ٹوپی پر رومال وغیرہ باندھنے سے عمامہ کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، جب تک سنت کے موافق عمامہ نہ ہو، اس کی مقدار سات ہاتھ اور بعض اوقات بارہ (۱۲) ہاتھ کا عمامہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

”كان له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عمامة قصيرة وعمامة طويلة، وأن القصيرة كانت سبعة أزرع والطويلة كانت اثنى عشرة ذراعاً، انتهٰى. وظاهر كلام المدخل أن عمامته كانت سبعة أزرع مطلقاً من غير تقييد بالقصير والطويل والله أعلم“. (۴) **فقط والله سبحانه تعالىٰ أعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطف عفا اللہ عنہ، ۲۰/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ھ۔ صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفر لہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/ ۴۳-۴۵)

---

(۱) وقد ذكروا: أن المتسحب أن يصلى في قميص وإزار وعمامة ولا يكره الاكتفاء بالقلنسوة، ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك، وكذا ما اشتهر أن المؤتم لو كان متعمماً بعمامة والإمام مكتفياً علىٰ قلنسوة يكره“. (عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/ ۱۶۹، سعيد)

”والمستحب أن يصلى الرجل في ثلاثة أثواب: قميص، وإزار، وعمامة وأمالو صلى في ثوب واحد متوشحاً به، تجوز صلاته من غير كراهة“. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/ ۵۹، رشيدية)

(۲) قال الطيبي في حاشية المشكوة: أن من أصر علىٰ مندوب و جعله عزماً ولم يجعل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعة ومنكر“. (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة هل يجهر بالذكر أم لا: ۲/ ۲۶۳، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۳) نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوى، ذكر المكروهات المتفرقة: ۴/ ۱۱۳، إدارة القرآن كراچی)

(۴) جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ماجاء في عمامة رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۱/ ۲۰۷، إدارة تأليف أشرفية، ملتان

بلاٹوپی وعمامہ امامت:

سوال: ایک امام جب امامت کرنے لگا تو اس کے سر پر نہ پگڑی تھی اور نہ ٹوپی صرف ایک چادر تھی، جو تمام بدن پر اوڑھی ہوئی تھی، ایک مقتدی نے امام سے کہا کہ اس طرح سے نماز مکروہ ہے، اس پر امام صاحب نے جواب دیا کہ میں اسی طرح پڑھاؤں گا، جس کی مرضی ہو پڑھو اور جس صاحب کی مرضی نہ ہو، نہ پڑھو، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

ننگے سر نماز پڑھنا اور پڑھانا جب کہ عمامہ اور ٹوپی موجود ہو مکروہ ہے، معزز لباس پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا چاہیے، تاہم فریضہ صورت مذکورہ سے ادا ہو جاتا ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۱۳۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ ربیع الاول/ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۶/۶)

ٹوپی اور عمامہ سے نماز:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین مسئلہ ذیل کے درمیان!

ٹوپی سے نماز پڑھانا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا نہیں؟ (حوالہ کی سخت ضرورت ہے) اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ٹوپی سے نماز پڑھانی مکروہ ہے، اس کی کیا اصل ہے؟ اس میں اس قدر غلو کرنا کہ فساد پر آمادہ ہو جائیں، کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ٹوپی سے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے تو مہربانی فرما کر حوالہ ضرور دیجئے کہ فلاں کتاب میں درج ہے، اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ والسلام

(العارض: خلیل الرحمٰن مظاہری)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

یہاں دو امر غور طلب ہیں:

اول: صرف ٹوپی کا بغیر عمامہ کے استعمال کرنا۔

---

(۱) وصلاته حاسراً: أي كاشفاً رأسه للتكاسل، ولا بأس به للتذلل وأما للإهانة بها، فكفر". (الدر المختار، كتاب الصلاة مكروهات الصلاة: ٦٤١/١، سعيد)

"تكره الصلاة حاسراً رأسه إذا كان يجد العمامة، وقد فعل ذلك تكاسلاً وتهاوناً بالصلاة، ولا بأس به إذا فعله تذللاً و خشوعاً بل هو حسن كذا في الذخيرة". (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالا يكره: ١٠٦/١، رشيدية)

دوم: صرف ٹوپی سے نماز پڑھانا، یا امامت کے لیے عمامہ کا ضروری ہونا۔

سوامر اول کے متعلق عرض ہے کہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ!

"فرق مابيننا وبين المشركين العمائم على القلانس". (۱)

گواس حدیث پر ترمذی اور بخاری نے کلام کیا ہے، ترمذی نے کہا کہ!

"هٰذاحديث غريب وإسناده ليس بقائم". (۲)

بخاری نے کہا:

"هو واهٍ". (۳)

تاہم بذل المجہود: ۵۲/۵، میں لکھا ہے:

"مرادالحديث أن المشركين كانوايعممون علٰى رؤوسهم من غيرأن يكون تحت العمامة قلنسوة،ونحن نعمم على القلنسوة،ولأبى الشيخ عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما: كان لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ثلاث قلا نس. (الحديث) (۴)

ملاعلی قاریؒ نے شرح شمائل میں لکھا ہے:

"قال: وروى عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهماأن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم. ويلبس العمائم بغير القلانس. قال الجزرى رحمه اللّٰه: قال بعض العلماء: السنة أن يلبس القلنسوة والعمائم،فأمالبس القلنسوة بلا عمامة فهوزى المشركين". (۵)

اور صاحب فتح الودود نے شرح ابوداؤد میں اس طرح شرح کی ہے:

"أى أنهم يكتفون بالقلانس،وبه صرح القاضى أبوبكر فى شرح الترمذى،ويحتمل عكسه". (۶)

---

(۱) وتمام الحديث: "عن أبى جعفربن محمد بن على بن ركانة عن أبيه أن ركانة صارع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فصرعه النبى صلى اللّٰه عليه وسلم. قال ركانة: وسمعت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "فرق مابيننا وبين المشركين العمائم علٰى القلانس". (سنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۲۰۹/۲، إمداية، ملتان)

(۲) وتمام العبارة: "هٰذاحديث غريب إسناده ليس بقائم، ولانعرف أبا الحسن العسقلانى ولاابن ركانة "(جامع الترمذى، أبواب اللباس ، باب: ۳۰۸/۱، سعيد)

(۳) محمد بن ركانة القرشى إسناده مجهول لا يعرف سماع بعضه من بعض. (التاريخ الكبير للبخارى: ۸۲/۱، دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد، انيس)

(۴) بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۵۲/۵، معهدالخليل الإسلامى، كراچى

(۵) جمع الوسائل فى شرح الشمائل، باب ماجاء فى عمامة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ۲۰۷/۱، إدارة تاليفات أشرفية، ملتان

(۶) عون المعبود، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۱۰۲/۱۱، رقم الحديث: ۴۰۷۴، دار الفكر، بيروت

زرقانیؒ نے شرح مواہب میں تحریر کیا ہے:

"قال ابن العربی: أی أن المسلمین یلبسون القلنسوۃ وفوقھا العمامۃ، أما لبس القلنسوۃ فزی المشرکین". (۱)

اس کی تائید میں زرقانیؒ نے ابن ابی شیبہؒ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا اثر نقل کیا ہے۔

"أن العمامۃ حاجز: أی ممیز بین المسلمین؛ لأنھم یتعممون والمشرکین؛ لأنھم لاعمائم لھم". (۲)

کوکب میں ہے:

"إنا نعمم علی القلانس، وھم یکتفون بالعمائم، طیبی. ویحتمل عکس ذلک، بل رجحہ القاری فی المرقاۃ، والأول الشیخ عبد الحق" اھ. (۳)

امر دوم کے متعلق بھی بہت کچھ وضاحت ہوگئی، مزید توضیح کے لیے چند عبارات اور نقل کرتا ہوں:

"کانت عمامتہ علیہ السلام فی أکثر الأحیان ثلاثۃ أذرع شرعیۃ، وفی الصلوات الخمس سبعۃ أذرع، وفی الجمع والأعیاد إثنا عشر ذراعاً". (العرف الشذی)(۴)

عن عمرو بن حریث عن أبیہ عمرو بن حریث رضی اللّٰہ عنہ قال: رأیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی المنبر یخطب وعلیہ عمامۃ سوداء". فیہ الاستحباب لمن أراد الجمعۃ أن یعتم ویرتدی، والإمام آکد". (بذل المجھود)(۵)

"عن محمد بن المنکدر قال: رأیت جابر بن عبد اللّٰہ یصلی فی ثوب واحد، وقال: رأیتُ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد". (صحیح البخاری)(۶)

---

(۱) شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، النوع الثانی فی لباسہ و فراشہ: ۶/ ۲۷۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۲) شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، النوع الثانی فی لباسہ وفراشہ: ۶/۲۷۵-۲۷۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۳) الکوکب الدری، أبواب اللباس، فرق مابیننا وبین المسلمین: ۱/ ۴۳۶، المکتبۃ الیحیویۃ سھارنفور، الھند

(۴) العرف الشذی علیٰ ھامش جامع الترمذی، أبواب اللباس، باب ماجاء فی العمامۃ السوداء: ۱/ ۳۰۴، سعید

(۵) بذل المجھود فی حل أبی داؤد، بروایۃ جعفر بن عمرو بن حریث عن أبیہ عمرو بن حریث، أیضًا حدیث آخر، آہ". کتاب اللباس، باب فی العمائم: ۵/ ۵۱، معھد الخلیل الإسلامی، کراچی

(۶) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب عقد الإزار علی القفا فی الصلاۃ: ۱/ ۵۱، قدیمی (ولیس فی المتن لفظ: "واحد" من آخر لفظ الحدیث بل ھو من ألفاظ ھامش البخاری. انیس)

" كـان الـخـلاف فـى منع جواز الصلا ة فـى الثـوب الـواحـد قـديـمـاً ، ثم استقر الأمر على الجواز". (فتح البارى مختصراً)(۱)

"والغرض بيان جواز الصلاة فى الثوب الواحد،ولو كانت الصلاة فى الثوبين أفضل". (۲)

"والـمستـحـب أن يـصـلـى الرجل فى ثلاثة أثواب:قميص وإزاروعمامة،أمالو صلىٰ فى ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كإزارالميت،تجوزصلا ته من غير كراهة". (الكبيرى)(۳)

"سـئـلـت مـرة عن الصلاة بغيرعمامة هل تكره ،كما هوالمشهوربين العوام ؟ فتجسسته فى كتـب الـفقه، فلم أجد سوا قولهم:والمستحب أن يصلى الرجل فى ثلاثة أثواب:قميص وإزار و عـمـامة ، و هـو لا يـدل علىٰ كراهة الصحة بدونها،كماحرره بعض علماء عصرنا ظاناً أن ترك الـمستـحـب مـكـروه،وذلك لأنـه قـد صرح فى البحروغيره أن ترك المستحب لا تلزم منه الكراهة مالم يقم دليل خارجى عليه.وقد يستدل على الكراهة فيما نحن فيه بأن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم واظب على الصلاة مع العمامة.

فـإنـه يعلم من الأخبار أنه كان يضع العمامة علىٰ رأسه دائماً لاسيماً فى الصلاة،نعم!كان يضعها بيـن يـديـه فى بيته،والمواظبة دليل السنية،وخلاف السنة مكروه،وفيه أن المواظبة النبوية التى هى دليـل الـسـنية إنـمـا هـى الـمـواظبة فـى باب العبادات دون العادات،كما فى شرح الوقاية و غيره. ومـواظبتـه على العمامة من قبيل الثانى،فلا يكون تركه مكروهاً،نعم!يكون الأولىٰ الإقتداء به.وأفاد الـوالـد الـعـلام فـى بـعـض تـحـريـراتـه:أنـه تكره الصلاة بدونها فى البلاد التى عادة سكانها أنهم لايذهبون إلى الكبراء بدون العمامة". (نفع المفتى والسائل للعلامة اللكنوى،ص:۷۰)(۴)

ومـن أصـرعـلىٰ مـنـدوب وجـعـلـه عـزمـاً ولـم يعمل بالرخصة،فقدأصاب منه الشيطان عن الإضـلال ، فـكـيف مـن أصرعلىٰ بدعة أومنكر،وجاء فى حديث ابن مسعود رضى اللّٰه عنه :"إن اللّٰه يحب أن يؤتىٰ رخصه كما يحب أن تؤتىٰ عزائمه" آه.(السعاية)(۵)

(۱) فتح البارى،كتاب الصلاة،باب عقد الإزارعلى القفا فى الصلاة: ۶۱۷/۱،قديمى

(۲) فتح البارى ،كتاب الصلاة،باب عقد الإزارعلى القفا فى الصلاة: ۶۱۶/۱،قديمى

(۳) الحلبى كبير،كتاب الصلاة ، فروع فى الستر،ص:۲۱۶۔

(۴) نفع المفتى و السائل من مجموعة رسائل اللكنوى،ذكرالمكروهات المتفرقة: ۱۱۲/۴۔۱۱۳،إدارة القرآن،كراچى

(۵) السعـايـة فـى كشف مـا فـى شـرح الـوقـايـة ،كتـاب الـصـلاة ، بـاب صفة الصلاة هل يجهربـالـذكر أم لا: ۲۶۳/۲،سهيل اكيڈمى لاهور

"الإصرار علٰى أمر مندوب يبلغه إلٰى حد الكراهة". (سباحة الفكر)(۱)

عبارات مذکورہ سے چند امور ثابت ہوئے:

(۱) عمامہ مستحب ہے۔

(۲) یہ امر من حیث العادة ہے، من حیث العبادة نہیں۔

(۳) عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور مستحب ہے۔

(۴) بلا عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں۔

(۵) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بلا عمامہ نماز ثابت ہے۔

(۶) امر واجب کا معاملہ امر مستحب کے ساتھ کرنا ناجائز ہے۔

(۷) جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو، وہاں نماز بھی بلا عمامہ مکروہ ہے۔

(۸) کبھی کبھی مستحب کے مقابل رخصت؛ یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہیے، خاص کر ایسی جگہ جہاں مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو کہ اس سے مندوب حدِ کراہت تک پہنچ جاتا ہے، اس کی وجہ سے آمادۂ فساد ہونا تو بڑی جہالت اور گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۷/۱۳۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/رجب/۱۳۵۷ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۴۷-۵۲)

---

(۱) هٰذه القاعدة لم أجدها في سباحة الفكر بلفظها، بل المذكور هناك هٰكذا: "أو التزم كالتزام الملتزمات، فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً". (سباحة الفكر في الجهر بالذكر في مجموعة رسائل اللكنوي: ۳/۳٤، إدارة القرآن كراچي)

قال الطيبي: ...ومن أصر علٰى أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان عن الاضلال، فكيف من أصر علٰى بدعة أو منكر. (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة هل يجهر بالذكر أم لا: ٢/٢٦٣، سهيل اكيڈمي، لاهور)/شرح المشكاة للطيبي الكاشف عن حقائق السنن، باب الدعاء في التشهد: ۳/۱۰۵۱، مكتبة نزار مصطفى الباز)/مصباح الزجاجة شرح سنن ابن ماجة للسيوطي، باب الترجيع: ۱/٦٦، قديمي كتب خانه كراتشي)/مرقاة المصابيح شرح مشكوٰة المصابيح، باب الدعاء في التشهد: ٢/٧٥٥، دار الفكر بيروت)/مرعاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، باب الدعاء في التشهد: ۳/۳۰۱، الجامعة السلفية بنارس، انيس)

رومال لپیٹنے کو عمامہ کہا جائے گا، یا نہیں:

سوال (۱) عمامہ تو سات یا گیارہ گز کا ہوتا ہے۔ آج کل امام جو کوئی رومال وغیرہ امامت کے وقت لپیٹ لیتے ہیں اس کو عمامہ کیسے کہیں گے؟

(۲) امام کی بیوی ساڑی لہنگا یعنی جو ہندوؤں کی عورتیں پہنتی ہیں اس امام کے پیچھے نماز کیسی ہوتی ہے؟

الجواب ______________________

(۱) سات یا گیارہ گز کی تحدید شارع علیہ السلام نے نہیں لگائی، عرف میں جس کو عمامہ کہتے ہیں، اسی پر عمامہ کا اطلاق کیا جاوے گا۔

(۲) پیش امام کی امامت میں اس سے کچھ کراہت نہیں ہے۔ فقط

کتبہ عزیز الرحمٰن (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۰۳/۳)

امامت بغیر عمامہ ثابت ہے، یا نہیں:

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا علما سے بدون عمامہ کے نماز پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب ______________________

"أو کلکم یجد ثوبین" (۱) وغیرہ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ عمامہ ضروریات صلوٰۃ، یا امامت سے نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۰۸/۲)

امامت بغیر عمامہ:

سوال: مشہور ہے کہ بلا عمامہ امام نماز پڑھاوے تو نماز مکروہ ہوتی ہے، یہ صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب ______________________

بلا عمامہ نماز مکروہ نہیں ہوتی؛ لیکن عمامہ کے ساتھ بہتر وافضل ہے، ثواب زیادہ ہوجاتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۲۵/۳)

---

(۱) دیکھئے: الدار قطنی ، باب الصلاة فی الثوب الواحد : ۱۰۵/۱، ظفیر (عن أبی هريرة قال: قام رجل فقال: یا رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيصلی الرجل فی الثوب الواحد؟ قال: أو كلكم يجد ثوبين؟ الخ. (سنن الدارقطنی، باب الصلاة فی الثوب الواحد (ح: ۱۰۹۱) انیس)

(۲) والمستحب أن يصلی الرجل فی ثلٰثة أثواب: إزار وقميص وعمامة، ولو صلّٰى فی ثوب واحدٍ متوشحاً به جميع بدنه إلخ جاز من غير كراهة (غنية المتملی، ص: ۳۳۷، ظفير)

عمامہ والوں کی نماز بے عمامہ امام کے پیچھے صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: اگر مقتدیان ہمہ، یا بعض بعمامہ وامام بے عمامہ، یا بالعکس نماز گزارند دروی چہ نقص افتد؟ **بینوا بالأحادیث الصحیحة توجروا بالنعماء العظیمة.** (۱)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

دراں نماز ہیچ نقص نیست در ہر دو صورت۔ (۲)

لحدیث: "أو كلكم يجد ثوبين".

وفی شرح المنية: والمستحب أن يصلی الرجل فی ثلٰثة أثواب إزار وقميص و عمامة، ولو صلٰی فی ثوب واحدٍ متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصار فی المقصرة جاز من غير كراهة مع تيسير وجود الطاهر الزائد ولكن فيه ترک الاستحباب إلخ. (ص: ۳۳۷) **فقط واللّٰہ أعلم**

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۴/۳)

سبز و نارنجی عمامہ باندھنے والے کی امامت درست ہے، یا نہیں:

سوال: اماموں کو سبز یا نارنجی عمامہ باندھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

سبز اور نارنجی رنگ کی شرعاً ممانعت نہیں ہے، لہٰذا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، البتہ نارنجی رنگ کا عمامہ اچھا نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/)

(۱) اگر تمام مقتدی یا بعض عمامہ باندھ کر اور امام بلا عمامہ، یا اس کے برعکس نماز پڑھیں تو کیا اس میں کوئی شرعی خرابی ہے؟ برائے کرم صحیح احادیث سے جواب دے کر اجر جزیل کے مستحق ہوں۔ انیس

(۲) دونوں صورتوں میں نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ انیس

(۳) **وكره لبس المصعفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال، مفاده أنه لا يكره للنساء ولا بأس بسائر الألوان.** (الدر المختار) **ففی جامع الفتاوٰی: قال أبو حنيفة والشافعي ومالک رحمهم اللّٰه تعالٰی يجوز لبس المصعفر، وقال جماعة من العلماء مكروه بكراهة التنزيهية.** (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ٥/ ٣١٤، ظفير)

لباس سے متعلق چند مسائل:

پائجامہ:

لباس مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور شریعت میں کسی خاص لباس پہننے کی تاکید نہیں ہے، البتہ جو لباس بدن کے حصہ کو اچھی طرح چھپائے وہ شریعت کی نظر میں اسی قدر بہتر ہے، پائجامہ بدن کے حصے کو زیادہ چھپاتا ہے؛ اس لیے اگرچہ تہبند کا استعمال صحیح ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے زیب تن فرمایا ہے، لیکن پائجامہ کا استعمال بہتر ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ خریدا ہے۔ ==

== حضرت مالک بن عمیرہ اسدیؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پائجامہ خریدا، اور قیمت زیادہ کرکے دی۔ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خریدنا بلاضرورت تو نہ ہوگا، ہاں زیادہ استعمال ازار (تہبند) کا کرتے تھے۔(فتح الباری:۱۰/۲۷۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بازار آیا۔آپ ایک پارچہ فروش کے پاس بیٹھ گئے اور چار درہم میں پائجامہ خریدا۔میں نے عرض کیا کہ کیا آپ پائجامہ پہنتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں؟ سفر وحضر اور شب وروز پہنتا ہوں۔اس لیے کہ مجھے بھی تو جسم پوشی کا حکم دیا گیا ہے''۔(فتح الباری:۱۰/۲۷۳)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ زیب تن فرمایا ہے۔یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بظاہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال ہی کے لیے خرید کیا ہوگا اور ایک سے زیادہ روایتیں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پائجامہ پہنا ہے اور دوسرے حضرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پائجامے استعمال کرتے تھے۔(زادالمعاد:۱/۵۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو تہبند نہ پائے تو وہ پائجامہ پہن لے اور جو شخص جوتا نہ پائے تو خفین (چمڑے کا موزہ) پہن لے''۔(صحیح البخاری:۲/۸۶۳)

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پائجامہ پہننے کی اجازت دے رہے ہیں۔

لنگی:

پرانے زمانے میں پائجامہ کا استعمال بہت کم ہوا کرتا تھا، اکثر لوگ تہبند اور لنگی پہنا کرتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عام معمول تہبند اور لنگی پہننے کا تھا۔ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یمن کی تیار کردہ موٹی لنگی اور وہ کپڑا جس کو ملبدہ کہا جاتا ہے نکالا اور فرمایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔(ابوداؤد:۲/۵۵۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی لمبائی چار ہاتھ اور ایک بالشت تھی۔(جمع الوسائل فی شرح الشمائل/۱۷۰)

دھوتی:

دھوتی کو اگر لنگی کی طرح پہنا جائے تو شرعی اعتبار سے درست ہے، لیکن اس طرح پہنا جائے جیسا کہ موجودہ دور میں لوگوں کے پہننے کا رواج ہے کہ ران اور گھٹنہ کھلا ہے، تو درست نہیں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتباء سے منع فرمایا ہے اور احتباء کے ممانعت کی وجہ ستر کا کھلنا ہے اور یہ دھوتی میں موجود ہے۔(ابوداؤد:۲/۵۶۴)

کپڑے کا ٹخنہ سے نیچے ہونا:

اسلام چاہتا ہے کہ انسان کا ہر عمل بندگی کا مظہر اور تواضع کا حامل ہو اس لیے کہ اللہ تعالی کے نزدیک تواضع سے بڑھ کر کوئی وصف محبوب وپسندیدہ نہیں ہے۔کبر اور شہرت اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جو شخص شہرت کا لباس پہنے گا، اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ایسا لباس پہنائیں گے، جس سے آگ کے انگارے پھوٹ رہے ہوں گے''۔(ابوداؤد:۲/۵۵۸) ==

== اسلام سے پہلے شاہان مملکت اپنا لباس ٹخنہ سے نیچے لٹکاتے تھے اور اس کے ذریعہ اپنی بڑائی کا اظہار کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نصف پنڈلی تک تہبند پہننے کا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "**ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار**". (صحیح البخاری: ۸۶۱/۲)

جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے وہ حصہ جہنم میں ہے؛ اس لیے ٹخنہ سے نیچے پائجامہ، یا لنگی پہننا مکروہ ہے؛ لیکن یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے کہ وہ ٹخنہ سے نیچے پائجامہ یا تہبند زیب تن کریں، جو حکم پائجامہ اور لنگی کا ہے وہی حکم قمیص اور کرتا کا بھی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم ازار (لنگی) کے سلسلے میں دیا ہے، وہی حکم قمیص کا بھی ہے۔ (ابوداؤد: ۵۶۶/۲)

کرتا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا زیب تن کیا ہے اور کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب و پسندیدہ کپڑا تھا، جس کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"**كان أحب الثياب إلى النبي صلى الله عليه وسلم القميص**". (ابوداؤد: ۵۵۸/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے محبوب کپڑا قمیص تھا۔

دوسری روایت میں ہے:

"**كانت يدكم قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الرسغ**". (ابوداؤد: ۵۵۸/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔

ٹوپی:

اسلامی تہذیب کا تقاضہ ہے کہ سر ڈھکا رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر عمامہ استعمال کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی بھی استعمال کی ہے۔ حضرت رکانہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا ہے"۔ (ابوداؤد: ۵۶۴/۲)

لیکن بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ٹوپی بھی استعمال کی ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی صرف عمامہ باندھتے تھے، کبھی ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے، بعض دفعہ صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہے"۔ (زاد المعاد: ۱۳۵/۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"**لابأس بلبس القلانس وقد صح أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يلبسها**". (فتاویٰ ہندیہ: ۳۳۰/۵)==

== ٹوپی پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو پہننا صحیح روایت سے ثابت ہے۔

رومال:

سر کے اوپر کوئی ایسا کپڑا ڈال لینا جو پیشانی تک آجاتا ہو، اس کو رومال کہتے ہیں، اس کا سر پر رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ سنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت والی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا جو نقشہ کھینچا ہے، اس میں یہ ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر کپڑا ڈال کر سر جھکائے آرہے تھے''۔ (صحیح البخاری: ۲/۸۶۴)

بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے اوپر بھی رومال کی شکل کا کپڑا باندھتے تھے جس کو عصابہ کہتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں:

''عصب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیٰ رأسه حاشیة برد''. (صحیح البخاری: ۲/۸۶۴)

مرض الوفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روئے مبارک پر اونی، سوتی رومال رکھے ہوئے تھے، جب کچھ افاقہ ہوتا تو اپنا چہرہ کھولتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲/۸۶۵)

عمامہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول عمامہ باندھنے کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باندھا تھا۔ یہ بھی معمول تھا کہ کبھی صرف عمامہ باندھتے اور کبھی ٹوپی پہن کر اس کے اوپر عمامہ باندھتے تھے۔ (زاد المعاد: ۱/۱۳۵)

عرب میں عمامہ باندھنے کا عام رواج تھا مشرکین اور مسلمان سب باندھا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیاز قائم کرنے کے لیے یہ فرمایا ہے: ''ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ ہم عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں اور وہ لوگ ٹوپی کے اوپر نہیں؛ بلکہ صرف عمامہ باندھتے ہیں۔ (ابوداؤد: ۲/۵۶۴)

سن ۸/ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ (ابوداؤد: ۲/۵۶۳)

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے کالا عمامہ باندھنے کو مستحب قرار دیا ہے اور عمامہ باندھنے کا مستحب طریقہ یہ بتلایا ہے کہ عمامہ کے چھور کو دونوں مونڈھوں کے درمیان پیٹھ کے بیچ تک چھوڑ دیا جائے۔

''وندب لبس السواد وإرسال ذنب العمامة بين الكتفين إلى وسط الظهر''. (فتاوی ہندیہ: ۵/۳۳۰)

موزہ:

موجودہ دور میں مختلف قسم کے موزے عام طور پر استعمال ہورہے ہیں، چمڑے کے موزہ کا استعمال قدیم زمانے سے ہے۔ آج کل سوتی اور اونی کپڑے کا موزہ تیار کیا جاتا ہے۔ اونی، سوتی موزے پر اگرچہ عمومی طور پر مسح جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ موٹا ہو اور بغیر باندھے پاؤں پر ٹکا ہوا ہو تو اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ باریک سوتی، اونی موزہ پر مسح نہیں کر سکتے ہیں؛ لیکن اس کو پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بہر حال موزہ پہننا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ (مسلم: ۱/۱۳۲) ==

== **سوئیٹر، جیکٹ، گون:**

سرد علاقوں میں ٹھنڈک سے محفوظ رکھنے میں سوئیٹر، جیکٹ، گون وغیرہ کا اہم کردار ہے موجودہ دور میں لوگوں نے چادر کو چھوڑ کر ٹھنڈک سے بچاؤ کے لیے ان ہی اشیاء کو اپنا لیا ہے اور چادر کا استعمال دن بدن متروک ہوتا جا رہا ہے۔ ان لباسوں کو پہننا از روئے شرع جائز ہے اور اگر حسن نیت ہو تو اجر بھی ملے گا۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مابین ''قبا'' تقسیم فرمایا مگر حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو ایک بھی قبا نہیں دیا۔ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے میرے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، میں ان کے ساتھ گیا، پھر کہا کہ اندر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے جسم مبارک پر انہی قبا میں سے ایک قبا تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لیے چھپا کر رکھا تھا، حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا اور خوش ہوئے۔ (صحیح البخاری: ۲/۸۶۳)

جبہ:

ہندوستان و پاکستان کے سرد علاقوں میں جبہ کا رواج عام ہے، اس کو کرتے کی جگہ بھی استعمال کرتے ہیں اور کرتے کے اوپر بھی پہنتے ہیں، اس کا پہننا جائز ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیب تن کیا ہے۔ غزوہ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبہ پہنے ہوئے تھے، عمومی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا استعمال کثرت سے فرماتے تھے۔ (زاد المعاد: ۱/۱۴۳)

چادر:

انسان سردی گرمی ہر موسم میں کپڑا استعمال کرتا ہے، بعض کپڑے ایسے ہیں جن کو صرف گرمی میں استعمال کیا جاتا ہے اور بعض کو صرف سردی میں، لیکن چادر ایک ایسا لباس ہے جس کو انسان سردی گرمی ہر موسم میں استعمال کرتا ہے۔

حجۃ الوداع کا واقعہ ہے کہ منی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھچر پر بیٹھ کر تقریر کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لال رنگ کی چادر زیب تن کر رکھی تھی اور حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی کر رہے تھے۔ (ابوداؤد: ۲/۵۶۳)

یہ لال چادر بالکل سرخ نہیں تھی؛ بلکہ اس کے اندر سرخ رنگوں کی دھاری تھی۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چادر کا استعمال سنت ہے۔ (زاد المعاد: ۱/۱۴۳)

بستر:

انسان اپنی خواہش کے مطابق نفیس سے نفیس بستر رکھ سکتا ہے، شرعاً درست ہے اسی طرح عمدہ سے عمدہ بستر کی چادر بھی رکھ سکتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے پاس قالین ہے۔ میں نے کہا: ہم لوگوں کے پاس قالین کی حیثیت کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مستقبل میں تم لوگوں کو بھی قالین حاصل ہوگی''۔ (ابوداؤد: ۲/۵۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بستر کے بارے میں بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا، جس کے اندر کھجور کے درخت کی نرم چھال بھری ہوئی تھی۔ (ابوداؤد: ۲/۵۷۱) ==

== تکیہ:

تکیہ کا استعمال درست ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا استعمال ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”وكان وسادة رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى ينام عليه بالليل من أدم حشوها ليف“. (ابوداؤد: ۵۷۱/۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر رکھ کر سوتے تھے چمڑے کا تھا اس کے اندر کھجور کے درخت کی نرم چھال بھری ہوئی تھی۔

کمبل:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بہت سے کپڑوں کو زیب تن فرمایا ہے وہیں کمبل بھی استعمال فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالے کمبل کو رنگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا، جب پسینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسینہ کی بد بو محسوس کی، چنانچہ اس کو رکھ دیا“۔ (ابوداؤد: ۵۶۳/۲)

نبوت کے ابتدائی دور میں جب وحی کا آغاز ہوا تو اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ دہشت محسوس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے کہا تھا: ”زملوني زملوني“ (میرے جسم پر چادر ڈالو) اس کے بعد دو سورتیں نازل ہوئیں:

”يا ايها المزمل - يا أيها المدثر“ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے کپڑے میں لپٹنے والے اور کمبل میں لپٹنے والے کا نام دے کر پکارا۔ (صحیح البخاری: ۷۳۳/۲)

کپڑے میں تشبہ:

لباس اور وضع قطع کے بارے میں شریعت کا اہم قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی مشابہت نہیں اختیار کرنی چاہیے، بلکہ ان کا الگ شعار ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”من تشبه بقوم فهو منهم“. (ابوداؤد: ۵۵۹/۲)

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا تشبہ اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کا تشبہ اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (ابوداؤد: ۵۶۶/۲)

ان روایات سے تشبہ کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک قوم کا دوسری قوم سے ہر چھوٹی بڑی چیز میں ممتاز ہونا اور تشبہ سے مکمل طور پر اجتناب کرنا عادتاً ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ایسی حدیں مقرر کرنا ضروری ہے، جن کے ذریعہ احکام متعین کئے جا سکیں کہ کن امور میں کس درجہ کا تشبہ ناجائز ہے۔

(۱) ظاہر ہے کہ تشبہ کی بدترین قسم وہ ہے جو دینی و مذہبی شعائر میں ہو، مثلاً ہندوؤں کی طرح قشقہ لگانا، سکھوں کی طرح ہاتھ میں بالے پہننا اور مخصوص انداز میں بال کو گوندکر پگڑی باندھنا، عیسائیوں کی طرح صلیب لٹکانا، برہمنوں کی طرح زنار پہننا وغیرہ یہ بہر حال حرام ہوں گے۔

(۲) جہاں تک معاشرتی اور سماجی زندگی اور باہمی تعلقات کی بات ہے اس میں بھی اسلام کی منشاء یہ ہے کہ مسلمان اپنے طور و طریق میں ممتاز رہیں مثلاً سلام میں یہودیوں اور عیسائیوں کے تشبہ سے روکا گیا۔ پس ایسی چیزیں جن کے لیے شریعت نے اصول مقرر کر دیئے ہیں جیسے کھانا پینا، داڑھی، مونچھ، آداب ملاقات، ان امور میں اسلامی طریقے کو نظر انداز کر کے کسی خاص قوم کی وضع کو اختیار کر لینا مکروہ ہوگا۔ ==

== (۳) لباس کے احکام میں چند خاص قیود وحدود کے ساتھ شریعت نے فراخی رکھی ہے۔ان حدود میں سے ایک یہ ہے کہ لباس ایسا نہ ہو کہ دوسری قوموں سے تشبہ میں نمایاں ہو اور دیکھتے ہی یہ خیال ہو کہ فلاں قوم کا یہ شخص ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مگر تشبہ کا حکم اسی صورت میں ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اسے دیکھ کر اس شبہ میں پڑ جائے کہ یہ شخص اس قوم کا فرد ہے''۔(کفایۃ المفتی:۹/۱۶۰، جواب/۲۰۹)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لندن میں انگریزی لباس کے استعمال کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں اس باب میں یہ سمجھے ہوا ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے، جیسے ہندستان میں، وہاں اس کا پہننا ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' میں داخل ہوتا ہے اور جہاں ملکی ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں، وہاں پہننا کچھ حرج نہیں''۔(امداد الفتاوی:۴/۲۶۸)

(۴) اسی طرح مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا تشبہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ایسی چیز کا استعمال کرنا جس کو دیکھ کر مرد کے عورت اور عورت کے مرد ہونے کا گمان ہو جیسے ہار، کنگن، پازیب وغیرہ پہننا یہ درست نہیں ہے۔(عمدۃ القاری:۲۲/۴۱)

البتہ اگر کسی علاقہ میں ایسا ہو کہ عورتوں اور مردوں کے لباس کی وضع میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے تو ایسی صورت میں ان کے لباس میں یہ تشبہ کراہت کے دائرہ میں نہیں آئے گا۔(فتح الباری:۱۰/۴۰۸)

جیسے فرن جو کشمیر و دیگر سرد علاقوں میں رائج ہے اور عورت، مرد دونوں پہنتے ہیں۔

فساق کا لباس:

مسلمانوں کو اپنے لباس میں ممکن حد تک غیر مسلموں اور فساق و فجار کی مخصوص وضع اور لباس سے احتراز کرنا چاہیے، نیز مرد وعورت کے لباس اور ان کی وضع قطع میں بھی امتیاز باقی رہنا چاہیے اور دیندار و صالحین کی وضع قطع اختیار کرنی چاہیے۔

کوٹ، پینٹ، ساڑی اور بلاؤز:

کوٹ، پینٹ کا پہننا کسی زمانے میں گرچہ مکروہ تھا اور حدیث ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' میں داخل تھا؛ لیکن موجودہ دور میں بلا کراہت ان کا استعمال درست ہے؛ اس لیے کہ اب یہ کسی مخصوص قوم کا شعار نہیں ہے اور ان کپڑوں کے استعمال سے ذہن پہننے والوں کو دوسری قوم کا تصور بھی نہیں کرتا ہے اور یہ ہر قوم و مذہب میں مروج ہے، اب یہ کوئی مذہبی وقومی لباس نہیں رہا، مگر لباس پینٹ ہو یا کوئی دیگر اس قدر تنگ وچست ہو جس سے اعضا ظاہر ہوتے ہوں تو جائز نہیں ہے، اسی طرح بلاؤز میں اگر قابل ستر حصہ کھلتا ہے تو بہرصورت ناجائز وحرام ہوگا اور یہ حرمت تشبہ کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ عورت کا قابل ستر حصے کا کھلے رہنے کی وجہ سے ہے۔اسی طرح ساڑی جن علاقوں میں تمام عورتیں پہنتی ہیں، اس کا پہننا جائز ہے اور اب یہ کسی خاص مذہب کا شعار نہیں ہے؛ اس لیے اگر بے ستری نہ ہو تو اس کے پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جانگیہ پہننا:

مرد کا ستر جس کا چھپانا ضروری ہے ناف سے گھٹنے تک ہے؛ اس لیے ایسا کوئی بھی جانگیہ، یا نصف پائجامہ پہننا جس سے گھٹنے کھلے رہیں، اس کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ اس میں ستر کھلا رہ جاتا ہے، البتہ پائجامہ، یا لنگی کے نیچے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(لباس کے احکام ومسائل، ص:۲۸-۴۱)(انیس الرحمٰن قاسمی)